حکمتِ سیّد مودودیؒ

(۱)

اسلامی انقلاب اور ہمارا فرض

مولانا سے ایک مرتبہ ایک تربیت گاہ میں سوال کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی جماعت، جن کے ہاتھوں اسلامی انقلاب برپا ہوا ان کے تقویٰ، قناعت، کفایت شعاری جانی و مالی ایثار، توکل علی اللہ اور شوقِ شہادت کا معیار اتنا اونچا تھا کہ جس کا نمونہ موجودہ تحریکِ اسلامی کے کارکنوں میں پایا جانا تو درکنار اس کا سواں حصہ بھی نایاب ہے، کس طرح ممکن ہے کہ وہ مہم سر کی جا سکے جو صحابہؓ نے سر کی ہے۔ پھر ایسے بلند مرتبہ رہنماؤں اور کارکنوں کے ہاتھوں جو اسلامی انقلاب برپا ہوا وہ بھی معیاری صورت میں ۳۰ سال ہی چل سکا، صرف اس لیے کہ بعد میں آنے والے لوگوں کے درمیان پہلے صحابہؓ جیسے لوگ نہ تھے اب جس معیار کے رہنما اور کارکن تحریکِ اسلامی میں ہیں اُن کے ہاتھوں وہ انقلاب برپا ہونا اوّل تو سخت مشکل ہے اور اگر وہ برپا ہو بھی جائے تو شاید تیس دن بھی نہ چل سکے گا۔

مولانا نے فرمایا یہ سوال تو ایک پورا خطبہ ہے تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کو اپنے نصب العین سے مایوس کر دینے کے لیے۔ اگر اس کا مقصد خود مایوس ہونا اور دوسروں میں مایوسی پیدا کرنا نہیں ہے تو اس معاملے پر اچھی طرح سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے اعلیٰ درجے کے مربی تھے اور جتنا بلند ترین نمونہ حضورؐ نے اپنی زندگی کا لوگوں کے سامنے پیش کیا، اس طرح کا کوئی رہنما قیامت تک مسلمانوں کو میسر نہیں

آسکتا اس طرح حضورؐ کی تعلیم و تربیت کی بدولت جیسے اعلیٰ درجے کے کارکن دعوتِ اسلامی کی خدمات انجام دینے کے لیے اس وقت تیار ہوتے تھے اُس پائے کے کارکن بھی تیار کر لینا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ اب کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم دینِ حق قائم کرنے کی کوشش ہی نہ کریں۔ اگر اس کام سے رُک جانے کے لیے یہی دلیل استعمال کی جائے تو اس کے دو ہی نتیجے نکل سکتے ہیں یا تو دینِ باطل دُنیا میں قائم ہوا اور ہم اس کے تابع بن کر رہیں یا پھر خود بھی دینِ باطل کے قائم کرنے میں لگ جائیں تاکہ دُنیوی لذات اور فوائد و منافع سے تو اچھی طرح شاد کام ہو سکیں اس کے لیے کسی قسم کی بھی اخلاقی بلندی درکار نہیں ہے۔ صرف پستی کی طرف گرنا ہی ہے جو کسی محنت اور کوشش کے بغیر بآسانی ہو سکتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ نیک نیتی کے ساتھ وہ غلط طرزِ فکر اختیار کرتے ہیں جو اس سوال کے اندر مضمر ہے، انہوں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ یہ طرزِ فکر آخر کار ہمیں کہاں پہنچا کر چھوڑتا ہے۔ اس کے بجائے اگر وہ صحیح طور پر سوچتے تو سیدھی راہ اُن کے سامنے خود بخود واضح ہو جاتی۔ ایک مومن کے لیے سیدھی راہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ جس بلندی پر پہنچے ہوئے نظر آتے ہیں اُس کی طرف چڑھنے کے لیے وہ جتنی کوشش کر سکتا ہے کرے اور عمر بھر کرتا جائے اور اپنی طرف سے اس میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھے۔ اس بلندی پر چڑھتے ہوئے اگر کوئی شخص تھک کر راستے ہی میں گر جائے اور وہیں مر جائے تو وہ کامیاب ہے۔ لیکن ایک آدمی یہ دیکھ کر کہ چڑھائی بہت اُونچی ہے، کھڈ کی طرف جانا شروع کر دے تو جائے گا بڑی آسانی سے لیکن گرے گا بھی ایسی جگہ جہاں اس کا پُرزہ پُرزہ بکھر جائے گا۔ قرآن پاک کو آپ غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ انسان کو سیرت و اخلاق کی بلندیوں پر چڑھنے سے مایوس نہیں کرتا بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى "اور جس نے راہِ خدا میں مال دیا اور خدا کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور بھلائی کو سچ مانا اُس کو ہم آسان راستے کی سہولت دیں گے"، بلکہ اللہ تعالیٰ کا صریح وعدہ ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا "اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے اُن کو اپنے راستوں کی ہدایت ہم خود دیں گے" لہٰذا آپ خدا کی راہ میں جان لڑائیں اور اس سے توفیق مانگتے رہیں۔ اپنی ایک ایک کمزوری کو سمجھیں اور اسے دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے اندر جو بہتر صلاحیتیں پائیں اُن کو بھی اچھی طرح سمجھیں اور

ان کو ترقی دینے کی کوشش کریں، اس تزکیۂ نفس میں قرآن و حدیث اور سیرتِ پاک اور صحابہؓ و اخیارِ امت کی سیرتیں پڑھنے سے بھی بڑی مدد مل سکتی ہے اور اگر جماعت کے سب افراد اس کوشش میں لگے ہوئے ہوں تو وہ سب بھی ایک دوسرے کے مددگار بن سکتے ہیں۔ اسی طرح اپنے آپ کو پستیوں سے اٹھانے اور بلندیوں کی طرف لے جانے کی جتنی کوشش بھی آپ اللہ کے بھروسے پر کریں گے اتنے ہی بلند مراتب پر اللہ تعالیٰ آپ کو پہنچا دے گا، کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ اللہ کے دین کو قائم کرنے کی کوشش کرنا بجائے خود بھی انسان کی اصلاح و ترقی کا بہت بڑا ذریعہ ہے، بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اسلام میں جو اخلاقی بلندی مطلوب ہے وہ باطل کے مقابلے میں لڑنے اور حق قائم کرنے کی کوشش میں جان لڑانے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ صحابہ کرام کی جس بلندیِ مدارج کو دیکھ کر آپ پر حیرت اور مایوسی کا عالم طاری ہونے لگتا ہے وہ کسی گوشۂ عزلت میں چلّے کاٹنے کا ثمرہ نہ تھی بلکہ اللہ کی راہ میں مار کھانے، اذیتیں سہنے، قیدیں برداشت کرنے، بھوکے مرنے، نقصان اٹھانے، خطرات کا سامنا کرنے اور جان و مال کی قربانیاں دینے سے حاصل ہوتی تھی۔ آدمی کو اللہ اور اس کے دین سے عشق نہ ہو تو وہ اس وادیِ پرخطر میں اترہی نہیں سکتا اور جب وہ اس میں اترتا ہے تو ہر چوٹ کھا کر اس کا عشق بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہی عشق ان بندگانِ حق کو اتنی بلندیوں پر اٹھا لے گیا۔ آپ باطل سے لڑنے اور اس کی جگہ حق قائم کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائیں گے تو اللہ آپ کے ساتھ کسی بخل سے کام نہ لے گا۔

اب رہا یہ خیال کہ ہم جیسے کمزور لوگوں کے ہاتھوں اسلامی نظام کا برپا ہو جانا ہی سخت مشکل ہے اور اگر وہ ہو بھی جائے تو تیس سال کیا، تین دن بھی قائم نہ رہ سکے گا تو اس کے متعلق میں بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے اوپر اسلامی نظام برپا کر دینے کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے بلکہ اس کے لیے جان لڑانے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ اس کا برپا ہونا نہ ہونا اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، اور یہ بھی اللہ کی مشیت ہی پر منحصر ہے کہ وہ قائم ہو تو کب تک چلے اور کب تک نہ چلے۔ لہٰذا ان باتوں کو سوچ سوچ کر متفکر دِلی میں مبتلا ہو جانا درست نہیں ہے۔ آپ کے کرنے کا جو کام ہے اسے اپنی حد تک زیادہ سے زیادہ بہتر طریقے سے کرنے کی کوشش کریں

اور اللہ کے کرنے کا جو کام ہے اُسے اللہ پر چھوڑ دیں۔

(رپورٹ "ایشیا" ۱۰ مئی ۱۹۸۱ء بہ عنوان "بیاد مجلس مودودیؒ")

(۲)

تو پھر اس جماعت کے بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

ایک مقامی جماعت کے امیر رپورٹ کرتے ہیں کہ:

درخواست کنندہ نہایت صالح نوجوان ہے اور جماعت کے کاموں میں کافی ایثار اور سرگرمی کا مظاہرہ کرتا رہا ہے۔ اس کے بارے میں صرف انہی جعلی حسابات[1] کا معاملہ ہمارے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے .... وہ نہایت مجبوری کی حالت میں غلط حسابات پیش کرتا ہے۔ لیکن دوسری طرف ہمارے لیے یہ بھی مشکل ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو جان بوجھ کر غلط بات کو صحیح بنا کر پیش کرتا ہے، رکنیت کے لیے کیسے قبول کرلیں۔

آپ ہمیں اس کے متعلق مشورہ دیں۔ (تلخیص سوال)

جواب:- ہم نے یہ جماعت اس لیے نہیں بنائی ہے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک مجبوری کی بنا پر دین و اخلاق کے ایک ایک اصول کو توڑتا چلا جائے۔ اگر ایسا... کرنا ہوتا تو پھر اس جماعت کے بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ ہمارے پیش نظر تو ایسے لوگوں کو منظم کرنا ہے جو بہر حال صداقت اور دیانت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور جھوٹ اور بددیانتی کی طاقتوں سے دبنے کے بجائے اُن سے لڑیں۔ اگر ہم اس طرح جماعت کے نظم میں ڈھیل دیتے چلے جائیں کہ جن جن بددیانتیوں کے لیے لوگ مجبور رہوں اُن کی اجازت دے دیا کریں تو اس جماعت میں بھی ضعیف الاخلاق لوگ جمع ہو جائیں گے اور اُن سے کوئی اصلاح کا کام نہ ہو سکے گا۔ (اقتباس از جواب)

(رسائل و مسائل حصہ ۲ - ص ۵۷۰ تا ۵۷۲)

---

[1] یعنی جن کا تفصیلی تذکرہ اس تحریر میں پہلے ہو چکا ہے۔ (مرتب)